ضمیمہ

۱۷

خطبہ جمعہ

(۲۶/ دسمبر ۱۹۱۹ء مسجد نور قادیان)

نوٹ: (یہ خطبہ بوجوہ جلد ششم میں شامل نہیں ہو سکا۔ بطور ضمیمہ اس جلد میں شائع کیا جارہا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ (الفاتحہ: ۲ تا ۷)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (ق:۱۷)

جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کا خیر مقدم اور خدا کا شکر

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس کے مامور اور اس کے مرسل کی قائم کردہ سنت کے ماتحت پھر اس وقت ہماری جماعت کے احباب چاروں طرف سے قادیان میں جمع ہوئے ہیں۔ درحقیقت لوگوں میں اخلاص کی روح پھونکنا کسی انسان کی طاقت میں نہیں اور اخلاص کی روح اگر کوئی ہستی پھونک سکتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سب سے بڑے اور اعلیٰ انسان رسول کریم ﷺ ہوئے ہیں۔ مگر آپ کو بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ (الانفال: ۶۴) اگر سب کچھ جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ تمام کا تمام بھی تم خرچ کر دیتے تو ان انسانوں کے اندر وہ محبت اور خلوص پیدا نہیں کر سکتے تھے جو خدا نے پیدا کیا۔

اصل محبت اور اخلاص نبی سے ہی ہوتا ہے۔

میری یہ بات شائد بعض لوگوں کو سمجھ میں نہ آئے اور ان کو خیال پیدا ہو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صرف نبیوں سے ہی لوگوں کو خلوص اور محبت نہیں ہوتا بلکہ بعض دوسرے لوگوں سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن یہ شُبہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اول جن اور لوگوں سے انسانوں کو محبت اور اخلاص ہوتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ یعنی بعض دنیاوی اسباب ایسے خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے جن کے نتیجہ میں ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن حقیقی خلوص اور اصلی محبت لوگوں کی نبیوں سے ہی ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ ان سے جو محبت اور اخلاص ہوتا ہے وہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہوتا۔

قیامت کے دن کونسی محبت کام آئے گی؟

دنیا اپنی بصیرت اور عقل کی کمی کی وجہ سے اس دن کا انکار کر دے جو موت کے بعد آنے والا ہے اور جس دن ہر ایک انسان کو اس کے اچھے یا برے اعمال کی جزا یا سزا دینے کے لئے زندہ کیا جائے گا مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ دن آئے گا اور ضرور آئے گا۔ کیونکہ تمام انبیاء نے شہادت دی ہے کہ وہ دن آئے گا جب کہ موت کے بعد تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے گا۔ اور نیکی کے بدلے انعام اور بدی کے بدلے سزا کے لئے انسانوں کو خدا تعالیٰ کے حضور حاضر کیا جائے گا۔ اس دن کون سی محبت اور کونسا اخلاص قائم رہے گا؟ کیا وہ جو دنیاوی اسباب کے ماتحت لوگوں سے ہوتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہی محبت اور اخلاص قائم رہے گا جو محض دین کے لئے خدا تعالیٰ کے نبیوں سے ہو گا۔ اس میں شک نہیں کہ دنیاوی آدمیوں سے بھی لوگوں کو محبت اور اخلاص ہوتا ہے مگر وہ عارضی ہوتا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایک زمانہ اور ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب کہ وہ محبت ٹوٹنے والی اور وہ تعلق قطع ہونے والا ہے۔ اگر اس دنیا میں وہ محبت اور تعلق نہیں ٹوٹا اور اس میں کوئی نقص یا کمی واقع نہیں ہوئی تو اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ دنیا میں وہ تعلقات جو خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے احکام کے ماتحت نہیں ہوتے وہ اس دن ضرور ٹوٹ جائیں گے۔ حتیٰ کہ ماں کی محبت جو بچہ کے ساتھ نہایت ہی مضبوط مانی جاتی ہے اس کے متعلق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ٹوٹ جائے گی۔ ماں کہیں ماری ماری پھرے گی اور بچہ کہیں۔ لیکن وہ اخلاص اور محبت جو خدا تعالیٰ کے لئے خدا تعالیٰ کے نبیوں سے ہو گی وہ اس دن نہیں ٹوٹے گی اور نہ صرف یہ کہ ٹوٹے گی نہیں بلکہ اور مضبوط ہو جاوے گی۔ خدا تعالیٰ اس دن کے متعلق فرماتا ہے ماں ایک

طرف بھاگی بھاگی پھرے گی اور بچہ دوسری طرف۔ باپ ایک طرف پریشان اور سرگردان ہو گا تو بیٹا دوسری طرف۔ خاوند ایک طرف مارا مارا پھرے گا تو بیوی دوسری طرف۔ گویا ان کی آپس کی محبت ٹوٹ جائے گی اور ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔ مگر اس وقت لوگ نبیوں سے بھاگیں گے نہیں۔ بلکہ ان کے پاس دوڑے دوڑے جائیں گے اور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرو تاکہ ہم بچ جائیں۔ تو اس دن جہاں لوگ دوسرے عزیز سے عزیز رشتہ داروں اور پیارے سے پیارے تعلق رکھنے والوں اور معزز سے معزز لیڈروں سے بھاگیں گے اور نہ صرف بھاگیں گے بلکہ ان میں سے بعض سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کریں گے وہاں نبیوں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ سے سفارش کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ وقت جب کہ تمام تعلقات قطع ہو جائیں گے اس وقت اگر کوئی تعلق قطع نہیں ہو گا تو وہ نبیوں کا تعلق ہو گا جو اور مضبوط ہو گا۔ تو حقیقی خلوص اور اصلی محبت انبیاء سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے کرم' اپنے فضل' اپنے رحم اور عنائت سے ہم میں یہی محبت پیدا کر دی ہے اور ہمیں ہدایت کے اس چشمہ پر پہنچا دیا ہے جو پیاسی اور مضطر دنیا کو سیراب کرنے کے لئے اس زمانہ میں اس نے خود پھاڑا ہے ورنہ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے دنیا اور اس کے تمام ساز و سامان ہم میں کبھی یہ محبت اور اخلاص پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

جلسہ پر آنے والوں کو نصیحت

خدا تعالیٰ کے اس شکر کے بعد میں ان تمام دوستوں کو جو یہاں جمع ہوئے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر اس چیز کے ساتھ جو خوشی کا موجب ہوتی ہے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اور جہاں پھول پائے جاتے ہیں وہاں خار بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح ترقی کے ساتھ حسد بغض اور اقبال کے ساتھ زوال لگا ہوتا ہے۔ غرض ہر چیز جو اچھی اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے راستہ میں کچھ مخالف طاقتیں بھی ہوا کرتی ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اسے کامیابی حاصل ہو جب تک وہ مصائب اور تکالیف کو برداشت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ کبھی تو ان پر ایسے ایسے ابتلا آتے ہیں کہ کمزور اور کچے ایمان والے لوگ مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی چھوٹی چھوٹی تکالیف پیش آتی ہیں مگر بعض کمزور ایمان والے ان سے بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ پشاور سے ایک

مہمان آیا۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے نبیوں سے ان کے متبعین کو خاص محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور وہ کسی اور بات کی پرواہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے مفتی محمد صادق صاحب کی روایت ہے۔ جلسہ کے ایام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے تو آپ کے اردگرد بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے باہر نکل کر اپنے ساتھی سے پوچھا تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مل سکتی ہے؟ اس نے کہا جس طرح ہو سکے مصافحہ کر۔ خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جاوے یہ مواقع روز روز نہیں ملا کرتے۔ چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کر آیا۔ غرض نبی کو دیکھ کر انسان کے دل میں ایک خاص قسم کا جوش موجزن ہوتا ہے۔ اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمت گاروں کو دیکھ کر بھی ابل پڑتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ اس شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلا تھا اس لئے اسے خیال نہ آیا کہ میں کس شخص کی مجلس میں آیا ہوں۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کیں اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ اس کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھ کے حضرت صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ مگر ان کے جلدی کے ساتھ گزرنے سے کسی کی کہنی اسے لگ گئی۔ اس پر وہ سخت ناراض ہو کر کہنے لگا اچھا نبی اور مسیح موعودؑ ہے کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اتنی سی بات پر وہ مرتد ہو کر چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اور اب بھی ہو سکتی ہے وہ اس کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گئی۔ اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہو گئی جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب روشنی ہوئی تو ان کا نور جاتا رہا۔

آپ لوگ جو ان دنوں قادیان آئے ہیں ان کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ کثرتِ ہجوم اور کام کرنے والوں کی قلت کی وجہ سے آپ لوگوں کو بہت سی تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے جلسہ کے قریب میرے خطبے جو اخبار میں چھپتے ہیں ان میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ پوری کوشش اور سعی سے مہمان نوازی کریں۔ اور وہ حتی الامکان بہت

کوشش کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی اتنے بڑے ہجوم کے انتظام میں وہ کہاں پورے اتر سکتے ہیں۔ اگر کسی گھر میں ایک مہمان آجائے اور دس کام کرنے والے ہوں تو بھی کئی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ مگر جہاں ایک کام کرنے والا ہو اور دس مہمان ہوں وہاں کی کیا صورت ہونی چاہئے۔ لیکن جس طرح آپ لوگوں کی خدمت کرنے والوں کو اس بات کا مزا آتا ہے کہ جتنا زیادہ بوجھ ان پر پڑے اتنی ہی زیادہ خوشی سے اٹھائیں۔ اسی طرح آپ لوگوں کو بھی اگر کوئی تکلیف ہو تو اس تکلیف کو عین راحت سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہر نعمت کے ساتھ تکلیف بھی ہوا کرتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک شخص ملا۔ میں نے اسے کہا آپ قادیان کیوں نہیں آتے کہنے لگا قادیان کے رستہ میں یکہ کے دھکے ایک بہت بڑا ابتلاء ہے۔ مجھے خیال آیا عجیب انسان ہے اس کو رستہ کے دھکے ہی بہت بڑا ابتلاء معلوم ہوتے ہیں اگر جلسہ پر آکر دیکھے تو اسے پتہ لگے کہ یہاں کس مزے اور کس لطف سے دھکے کھائے جاتے ہیں۔ آخر اس کا انجام کیا ہوا یہ کہ اختلاف کے وقت مرتد ہو گیا اور یہاں تک اس نے کہہ دیا کہ مرزا صاحب کی تین سو غلطیاں میں نے نکالی ہیں۔ لیکن یہ مرزا صاحب کی تین سو غلطیاں نہ تھیں بلکہ یہ تین سو دھکے تھے جو قادیان نہ آنے کی وجہ سے اسے لگے۔ قادیان کے رستہ کے دھکے تو جسم کو ہی تکلیف پہنچانے والے تھے مگر ان دھکوں نے اس کی روح کو چُور چُور کر دیا۔

تو جہاں میں نے جلسہ کے موقع پر خدمت اور کام کرنے والوں کو نصیحت کی ہے اور اب بھی کرتا ہوں کہ اپنے آنے والے بھائیوں کو آرام اور آسائش پہنچانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ وہاں آنے والے دوستوں کو بھی کہتا ہوں کہ اگر انہیں کوئی تکلیف ہو تو یہی نہیں کہ صبر کریں بلکہ یہ کہ اس سے مزا محسوس کریں۔ کیونکہ محبت میں جو چیزیں بھی ملتی ہیں ان میں بڑا مزا ہوتا ہے۔

لقمان کے متعلق لکھا ہے کہتے ہیں آپ ابتدا میں کسی شخص کے ملازم تھے لیکن اس شخص کو آپ سے بہت محبت تھی حتیٰ کہ عشق تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ اس کے پاس بے موسم کا خربوزہ آیا۔ اس نے ایثار اور محبت سے لقمان کو پھانک دی۔ انہوں نے وہ اس طرز سے کھائی کہ چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت مزا آرہا ہے۔ اس نے یہ دیکھ کر ایک اور پھانک دی انہوں نے اسے اور بھی مزے سے کھایا۔ پھر اس نے اور دی۔ آخر اس کو خیال آیا کہ یہ اتنا مزے لے لے کر اس خربوزہ کو کھا رہا ہے یہ خربوزہ نہایت مزیدار ہوگا میں بھی چکھوں۔ یہ خیال کر کے اس نے ایک

پھانک کاٹی اور اسے کھانا چاہا۔ مگر جونہی اس کا ٹکڑا منہ میں ڈالا منہ بدمزا ہو گیا اور قریب تھا کہ اُلٹی ہو جاوے۔ اس پر اس نے حیران ہو کے پوچھا۔ لقمان تو نے یہ کیا کیا انہوں نے کہا اگر میں آپ کے ہاتھ سے لے کر منہ بناتا تو مجھ سے زیادہ بے شرم کون ہوتا۔ میں نے آپ کے ہاتھ سے اتنی میٹھی چیزیں کھائی ہیں آج اگر ایک کڑوی کھالی تو کیا ہوا۔

تو خدا کے رستہ میں جب انسان نکلتا ہے اس وقت جو تکلیفیں اسے اٹھانی پڑیں انہیں خوشی سے برداشت کرنا چاہئے۔ آپ لوگ خدا تعالیٰ کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اس زمانہ کا سب سے بڑا انسان جس کے لئے آپ لوگ اپنے گھروں سے نکل سکتے تھے وہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد اس کا ایک جانشین بھی فوت ہو گیا ہے۔ مگر آپ لوگ برابر ہر سال یہاں آتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ کسی انسان کے لئے نہیں آتے بلکہ خدا کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے جو شخص کوئی تکلیف اٹھائے اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے؟ یہ آپ لوگوں کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ لیکن چونکہ انتظام میں بہتری اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ نقصوں اور کمیوں کا پتہ لگے اس لئے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جماعتوں کے سیکرٹری ان نقائص کو جو جلسہ کے انتظام میں انہیں معلوم ہوں لکھ بھیجیں۔ تاکہ آئندہ ان کو دور کرنے کی تجاویز کی جائیں یہ کوئی بری بات نہیں بلکہ منتظمین جلسہ کی اعانت اور مدد ہے۔

قرآن کریم کے معانی کی وُسعت

اس کے بعد میں اپنے دوستوں کو اس آیت کے مضمون کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ابھی میں نے پڑھی ہے اور وہ یہ ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ خدا تعالیٰ کے کلام کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ ایک صحابی کہتے ہیں کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کو کم از کم ایک ایک آیت کے پچیس معنی نہ آئیں۔ یہ کلام الٰہی کی کتنی بڑی وُسعت ہے جو اس صحابی نے سمجھی ہے۔ آج کل مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب کوئی معنی بیان کرے تو کہتے ہیں یہ تفسیر کبیر میں ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ قرآن کریم میں تصرّف کیا گیا ہے اور تصرف بدعت ہے۔ حالانکہ صحابہ کا یہ حال ہے کہ ایک صحابی کہتے ہیں کہ فقیہ ہونے کے لئے قلیل سے قلیل یہ شرط ہے کہ ایک ایک آیت کے پچیس پچیس معنی آتے ہوں۔ اور کثیر کی کوئی حد ہی نہیں اور جو خدا تعالیٰ کے کلام کی حد مقرر کرے وہ نادان ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فعل کی کوئی انسان حد نہیں مقرر کر سکتا۔ دنیا میں کون سی چیز ہے جس کی حد کو لوگ پہنچ چکے ہیں ایک بھی

نہیں۔ انسانی وجود ہی ہے پانچ چھ فٹ کا انسان ہے اس کے جسم کے متعلق ہی نئی نئی باتیں نکلتی رہتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کے کلام کی کوئی حد بندی نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں اس آیت کے ایک ایسے معنی کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں جو عام لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔

انسانی طبیعت کا میلان

اگر انسان کی طبیعت کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عام طور پر دو چیزوں میں سے ایک چیز کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا میلان خوشی اور امید کی طرف ہوتا ہے اور بعض کا رنج اور ناامیدی کی طرف۔ جن لوگوں کا میلان خوشی کی طرف ہوتا ہے ان کو ہم دیکھتے ہیں کہ مصیبت اور دکھ کے وقت بھی خوش و خرم ہی نظر آتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں میں حضرت خلیفہ اول کے پاس قرآن کریم کے معنی پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس کو ہر بات پر خواہ وہ خوشی کی ہو یا غمی کی ہنسی ہی آتی ہے۔ چنانچہ آپ نے میرے سامنے اس سے پوچھا تیرے بڑے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس کے جواب میں اس نے ہنستے ہنستے اور جس طرح عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات کرتے وقت شرم سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیتی ہیں اسی طرح اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ تو مر گیا ہے۔ اسی طرح آپ نے اس کے تین چار اور رشتہ داروں کے نام لئے۔ ہر دفعہ وہ ہنس کر کہے وہ مر گیا ہے۔ آپ نے مجھے بتایا کہ یہ ایک بیماری ہے۔

تو ایک اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور دوسرے ایسے کہ ہر حال میں روتے اور چلاتے رہتے ہیں۔ ان کا نقصان ہو تو روتے ہیں بیٹا پیدا ہو تو روتے ہیں کہ کہاں سے کھلائیں گے؟ آگے ہی بہت سا کنبہ ہے۔ شادی ہو تو روتے ہیں کہ لڑکی کو اس کے والدین نے یہ نہیں دیا وہ نہیں دیا خود لڑکی بیاہتے ہیں تو روتے ہیں کہ زیور کہاں سے دیں؟ ان کی ترقی ہو تو روتے ہیں۔ تنزل ہو تو روتے ہیں۔ مال مل جائے تو خوش نہیں ہوتے کہ دنیا کے بکھیڑے بڑھتے جاتے ہیں۔ مال چلا جائے تو چلاتے ہیں۔ لیکن یہ عادت کسی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور کسی میں کم۔ اور سوائے ان لوگوں کے جو خدا تعالیٰ کے ہو کر صراط مستقیم پر قائم ہو جاتے ہیں دنیا میں ایسے ہی لوگ ملیں گے جو ان دونوں قسموں کے آدمیوں میں سے ایک قسم میں داخل ہوں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ لوگ عُجب میں مبتلا ہو جاتے اور تکبر کرنے لگ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ہمیں کچھ اور بھی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ خدا بھی ہے جس کی مدد کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ ہر کام اور ہر فعل میں اپنے ہی نفس پر نظر رکھتے یا دنیا کے اسباب ان

کے سامنے ہوتے ہیں۔ مصیبتیں اور تکلیفیں ان کی آنکھیں کھولنے کا باعث نہیں ہوتیں وہ ان پر اسی طرح گزر جاتی ہیں جس طرح تیل ملی ہوئی چیز پر سے پانی گزر جاتا ہے۔ان کے دل میں حد درجہ کا عُجب غرور اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے نفس اور اسباب کی طاقت پر نظر کر کے خدا کو بھول جاتے ہیں دوسرا وہ گروہ ہوتا ہے جو کبھی خوشی نہیں محسوس کرتا اور نہ صرف اپنے آپ کو بالکل بے بس اور مجبور سمجھتا ہے بلکہ خدا کو بھی ایسا ہی یقین کر لیتا ہے۔ یہ دونوں گروہ سخت گمراہی اور ضلالت میں ہوتے ہیں۔ اور دونوں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا پائیں۔ وہ گروہ جو عجب اور تکبر کرتا ہے اس کو تو خیال ہی نہیں آتا کہ کوئی ایسا خدا بھی ہے جو مجھے سزا دے سکتا ہے اور کوئی ایسا کام بھی ہو سکتا ہے جس میں مجھے اس کی مدد اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور وہ گروہ جو مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے اس کو وہم بھی نہیں گزرتا کہ خدا تعالیٰ ایک ایسا سہارا ہے جو مجھے دکھ اور تکالیف سے بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔

انسان کے اندر پیدا ہونے والا پہلا وسوسہ اور اس کا ازالہ

فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اور خوب جانتے ہیں کہ انسان کے اندر اس کا نفس کیسے کیسے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ دو قسم کے وسوسے انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک وسوسہ عُجب اور تکبر کا اور خدا سے استغناء کا ہوتا ہے۔ ہم اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ ایسی طبیعت والے انسان کو ہم ایک نسخہ بتاتے ہیں اور وہ یہ کہ وہ سمجھتا ہے میں خود ہی سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مجھے خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کا سارا زور اور قوت دماغ ہی پر منحصر ہے۔ ورنہ انسان اور لکڑی میں کیا فرق ہے؟ یہی کہ انسان میں دماغ ہے۔ اور لکڑی میں نہیں۔ مگر جانتے ہو دماغ کیا چیز ہے؟ اور کیوں کر اس میں قوت اور طاقت پائی جاتی ہے۔ یہی دماغ مردہ میں بھی ہوتا ہے۔ مگر کیا وہ اس سے کچھ کام لے سکتا ہے۔ اس کے سامنے اسے کوئی ہزار گالی دے جواب تک نہیں دے سکتا۔ ایک چھوٹا بچہ بھی اگر اس کی ٹانگ کاٹ لے تو اسے ہٹا نہیں سکتا۔ اس کا گھر کوئی لُوٹ لے تو اسے روک نہیں سکتا۔ دماغ تو اس میں بھی موجود ہوتا ہے۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو اس میں نہیں ہوتی اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ دماغ سے کوئی کام نہیں لے سکتا۔ یہی کہ دل سے دماغ تک جو سلسلہ قائم ہوتا ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے اور دل سے جو خون دماغ کو پہنچ رہا ہوتا ہے وہ رک جاتا ہے۔ چنانچہ عارضی

طور پر بھی جب خون پہنچنا بند ہو جاتا ہے تو انسان بے ہوش ہو جاتا ہے اور دماغ بیکار ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ ایسا انسان نہیں جانتا کہ ہمارا اس کے ساتھ حبل الورید یعنی اس دل اور دماغ کے سلسلہ سے بھی زیادہ تعلق ہے کیونکہ حبل الورید کا تو اگر خون بند ہو جائے تو انسان کے دماغ پر اثر پڑتا ہے۔ لیکن ہمارا اثر اس پر بلاواسطہ پڑتا ہے۔ اور خود حبل الورید ہماری پیدا کردہ ہے پھر وہ خون بھی جو دماغ کو پہنچاتی ہے اور دماغ بھی ہمارا ہی پیدا کردہ ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر وہ عُجب اور تکبر کس بات پر کرتا ہے۔ ہم اگر اس سے اپنی مدد بند کر دیں تو پھر وہ چیز ہی کیا ہے؟ حبل الورید چلتی ہی رہتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم ہو جاتا ہے کہ فلاں پاگل ہو جائے تو دماغ کسی کام کا نہیں رہتا ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ دیکھنے والے کہتے ہیں کاش! اسے موت آجائے۔ ایک پردہ دار عورت ہوتی ہے۔ اسلامی پردہ نہ سہی عام پردہ جو ستر کو ڈھانپنے کے لئے ہوتا ہے۔ وہی سہی مگر وہ پاگل ہونے پر کپڑے پھاڑ کر ننگی بازار میں نکل جاتی ہے۔ اس وقت اس کے رشتہ داروں کی جو حالت ہوتی ہے وہ انہی سے پوچھنی چاہئے۔ اسی طرح ایک لڑکا جسے سارا خاندان اپنا سہارا سمجھتا ہے جب پاگل ہو کر کسی کو مارتا ہے اور کسی سے مار کھاتا ہے کسی کو گالیاں دیتا ہے اور کسی سے سارے خاندان کو گالیاں دلاتا ہے تو وہی رشتہ دار جو اس کے لئے جان تک دینے کو تیار ہوتے ہیں کہتے ہیں کاش یہ مرجاتا۔

تو اللہ تعالیٰ کا انسان سے تعلق حبل الورید سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے فرماتا ہے انسان یہ ضعیف اور کمزور انسان ہم سے کیونکر اپنے آپ کو مستغنی سمجھ لیتا ہے۔ بھلا اس کی بھی کوئی طاقت کوئی زور اور کوئی ہمت ہے؟ یہ تو ہماری مدد اور ہمارے سہارے کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ پس یہ تلوار اس قسم کے وسوسہ کے کاٹنے کے لئے ہے۔ جو انسان میں تکبر۔ عُجب اور غرور پیدا کر کے خدا تعالیٰ سے مستغنی کر دیتا ہے۔

دوسرا وسوسہ اب رہا دوسرا مایوسی کا وسوسہ اس کا جواب دیتا ہے۔ فرماتا ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا ورنہ یہ تو لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا تھا۔ ہم نے اسے انسان بنایا۔ پھر ہم خوب جانتے ہیں جب یہ کام کرنے لگتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے مقابلہ میں یہ مصیبت ہے یہ تکلیف ہے یہ مشکل ہے میں کیا کر سکتا ہوں؟ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کیا نادان ہے۔ کیا

بچہ ماں کے ہوتے ہوئے مایوس ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بچہ رات کو ڈر کر چلّاتا ہے مگر جب ماں محبت سے ہاتھ پھیر کر کہتی ہے میں پاس ہی ہوں تو چپ کر کے سو جاتا ہے۔ اور یا تو وہ بلبلاتا ہوا اٹھا ہے یا ایسی آرام کی نیند سو جاتا ہے کہ گویا کوئی مصیبت اس پر آئی ہی نہیں مگر کیوں؟ اس لئے کہ ماں نے اسے کہا کہ میں پاس ہوں۔ حالانکہ ماں کی طاقت ہی کیا ہوتی ہے۔ مگر بچہ اس کی ہمدردی اس کی محبت اور کسی قدر اس کی طاقت کو دیکھ کر اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماں تو پھر بھی پرے ہوتی ہے مگر ہم تو انسان سے حبل الورید سے بھی قریب ہیں۔ پھر کیوں انسان مایوس ہوتا ہے؟ ایک بچہ ماں کو پاس نہ سمجھ کر بلبلاتا ہے مگر ماں کو پاس پا کر اطمینان کی نیند سو جاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بندہ خدا کے ہوتے ہوئے بلبلاتا ہے اور جب خدا اتنا قریب ہے کہ اس کے ذاتی جسم کی حفاظت کی چیزوں سے بھی زیادہ قریب ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میرے لئے یہ مصیبت ہے یہ تکلیف ہے جب خدا اس کے اتنا قریب ہے تو پھر کیسی مصیبت اور کیسی تکلیف۔

جلسہ پر آنے والوں کو کیا کرنا چاہئے؟

آپ لوگ جو یہاں جمع ہوئے ہیں۔ کسی غرض کے لئے ہی جمع ہوئے ہیں۔ اور میں نے بتایا ہے لوگوں کی عموماً دو قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں۔ سوائے ان کے جن کو خدا تعالیٰ بچاتا ہے۔ اور جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح حنیف ہو جاتے ہیں۔ آپ لوگ جس کام کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اس طبعی میلان کے ماتحت جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے آپ میں سے بعض وہ ہوں جو سمجھتے ہوں ہم اس کے متعلق یوں کریں گے یا یوں کریں گے۔ اور ممکن ہے بعض وہ ہوں جو سمجھتے ہوں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہماری مثال تو اس پنجابی مثل کے مطابق ہے "ڈھائی بوٹیاں تے ھتّو باغبان" شیطان ہمارے مقابلہ پر کھڑا ہے اور اس کی ذرّیت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ بھلا کبھی یہ ممکن ہے کہ سب لوگوں کو ہم اپنا ہم خیال بنالیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا۔ ممکن ہے بعض لوگوں کے یہ خیال ہوں۔ چونکہ جن لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات ہوں وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں دو تلواریں دی گئی ہیں ان کے ذریعہ جس کسی کے دل میں ان وسوسوں میں سے کوئی ہو وہ اس کو کاٹ ڈالے۔ کیونکہ وہ وسوسہ ایک ہیبت ناک دیو ہے۔ جو ان کی جان اور ایمان کو کھانے کے لئے آیا ہے۔ پہلا وسوسہ جن لوگوں کے دلوں میں ہو وہ سمجھیں کہ خدا ہی ہے جو یہ کام کر سکتا

ہے ہم کیا اور ہماری طاقتیں کیا؟ وہ اپنے دشمن کو دیکھیں اور اپنی طاقتوں کو دیکھیں اور یاد رکھیں کہ خدا ہی ان کا کام کرتا ہے۔

پھر دوسرے وسوسہ والے جو یہ خیال کرتے ہوں کہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کو میں کہتا ہوں وہ مایوس اور ناامید کیوں ہوتے ہیں؟ جب ماں کے ہوتے ہوئے بچہ مایوس نہیں ہوتا تو ہم خدا کے ہوتے ہوئے کیوں مایوس ہوں؟ پس جن کے دل میں یہ وسوسہ ہو۔ وہ بھی نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کی تلوار سے کاٹ ڈالیں۔ کیونکہ مایوسی ایک خطرناک کرم ہے جو امید اور کامیابی کے درخت کو کھا جاتا ہے۔ تم سمجھو کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھو کہ ہم اس تلوار کی طرح ہیں جو ایک بہادر اور جری کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اپنے آپ تلوار کیا کر سکتی ہے۔ ایک بچہ بھی توڑ کر اسے خراب کر سکتا ہے۔ مگر جب بہادر کے ہاتھ میں آتی ہے تو کشتوں کے پشتے لگا دیتی ہے۔ پس یہاں جو امور آپ لوگوں کے سامنے پیش کئے جائیں ان کے متعلق یہ نہ کہو کہ ہم ان کو کردیں گے۔ بلکہ یہ کہو خدا انہیں کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ ہی کی مدد کرتی ہے جو کچھ ہوتا ہے مگر ساتھ ہی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو دیکھ کر مایوس اور ناامید نہ ہو۔ کیونکہ خدا نے ہی کام کرنا ہے۔ میرے نزدیک تو جو شخص مایوس ہوتا ہے اس میں بھی عُجب ہی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ فلاں کام میں نے ہی کرنا تھا۔ اب چونکہ میں نہیں کر سکتا اس لئے وہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن جس کی نظر خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ اگرچہ میں کچھ نہیں ہوں مگر خدا تعالیٰ کر سکتا ہے۔ اور گو میں کمزور۔ نیم جان اور مردہ ہوں مگر میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں۔ اور گو میں اپنی طاقت کے لحاظ سے کچھ نہیں ہوں مگر خدا تعالیٰ کے سہارے اور مدد کے لحاظ سے بہت بڑا اور طاقتور ہوں۔ دیکھو انسان سمندروں کو طے نہیں کر سکتا۔ مگر جہازوں کے ذریعہ طے کرتا ہے۔ پس جب لکڑی اور لوہے کے ذریعہ سمندر کو انسان طے کر لیتا ہے تو کیا زندہ خدا کے ذریعہ مصیبتوں مشکلوں اور تکلیفوں کے سمندروں کو طے نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔ پس تم لوگ ان دونوں خیالوں کو لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ کہ اول ہم خود کچھ نہیں کر سکتے خدا ہی کرے گا اور دوسرے یہ کہ ہم سب کچھ خدا کے سہارے اور اسی کی مدد سے کریں گے اور کوئی مصیبت کوئی مشکل اور کوئی تکلیف ہمارے راستہ میں نہیں ٹھہر سکے گی۔

غرض یہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تلوار ہے۔ اس کو استعمال کرو اور اس کے بعد جلسہ کے کاموں میں مشغول ہو جاؤ۔

خدا کرے کہ ہم اس ہتھیار سے کام لیں۔ تاکہ اس کے فضل سے ہم میں نہ تو عُجب پیدا ہو کہ ہم سمجھیں سب کچھ ہم کرلیں گے۔ اور نہ مایوسی پیدا ہو کہ ہم خیال کریں کہ ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔

چونکہ آج سے جلسہ شروع ہے اس لئے جمعہ کے بعد عصر کی نماز بھی پڑھا دی جائے گی تاکہ جلسہ کی کارروائی آسانی سے ہو سکے۔

[1] الدھر: ۲